# اصول مناظرہ

جمع وترتیب

مجلسِ علمی

زیر نگرانی

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

# اصولِ مناظرہ

مناظر کے لیے اصولِ مناظرہ کے حوالے سے دس باتوں کا جاننا اور سمجھنا ضروری ہے:

**1:** تعریف علمِ مناظرہ
**2:** موضوع علمِ مناظرہ
**3:** غرض علمِ مناظرہ
**4:** مناظرہ
**5:** طریقہ مناظرہ
**6:** ثبوتِ مناظرہ
**7:** حکمِ مناظرہ
**8:** آدابِ مناظرہ
**9:** متعلقاتِ مناظرہ
**10:** اہمیت وحیثیت مناظرہ

## [1]: تعریف علم مناظرہ

هُوَ عِلْمٌ يُّعَرَفُ بِهٖ كَيْفِيَّةُ آدَابِ اِثْبَاتِ الْمَطْلُوْبِ اَوْ نَفْيِهٖ اَوْنَفْيِ دَلِيْلِهٖ مَعَ الْخَصْمِ.

ترجمہ: علم مناظرہ وہ علم ہے جس میں اپنے دعویٰ کے اثبات یا فریق مخالف کے دعویٰ یا اس کی دلیل کو توڑنے کے طریقے معلوم کئے جائیں۔

## [2]: موضوع علم مناظرہ

اَلْاَدِلَّةُ مِنْ حَيْثُ أَنَّهَا تُثْبِتُ الْمُدَّعٰى عَلَى الْغَيْرِ.

ترجمہ: وہ دلائل جو دوسرے کے خلاف دعویٰ کو ثابت کریں۔

## [3]: غرض علم مناظرہ

صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَأِ فِي الْوُصُوْلِ اِلَى الْمَطْلُوْبِ.

ترجمہ: مقصود تک پہنچنے میں ذہن کو غلطی سے بچانا۔

## [4]: مناظرہ

**لغوی معنی:**

(۱) اگر مناظرہ "نظیر" سے مشتق ہو تو معنی ہو گا "ہم مثل ہونا"۔ اسی لئے کہتے ہیں: "يَنْبَغِيْ لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يَّكُوْنَا مُتَسَاوِيَيْنِ فِي الْعِلْمِ "یعنی دونوں مناظروں کو علم میں ہم پلہ ہونا چاہئے۔

**فائدہ:** "تساوی فی العلم" امر تقریبی ہے، تحقیقی نہیں ہے۔ مثلاً دونوں مناظر اپنے اپنے مسلک کے وفاق کے فاضل ہوں۔

(۲) اگر مناظرہ " نظر" بمعنی "رؤیت" سے مشتق ہو تو معنی ہو گا "ایک دوسرے کو دیکھنا"۔ اسی لئے کہتے ہیں: "يَنْبَغِيْ

لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يُّبْصِرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْآخَرَ "یعنی مناظرین کو چاہئے کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا رہے۔

(۳) اگر مناظرہ "نظر" بمعنی "غور وفکر" سے مشتق ہو تو معنی ہو گا ایک دوسرے کے کلام میں غور وفکر کرنا۔ اسی لئے کہتے ہیں:

"يَنْبَغِي لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يَتَفَكَّرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِي كَلَامِ الْآخَرِ "یعنی دونوں مناظروں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے کلام میں غور وفکر کرنا چاہئے۔

(۴) اگر مناظرہ "نظر" بمعنی "انتظار" سے مشتق ہو تو معنی ہو گا "انتظار کرنا"۔ اسی لئے کہتے ہیں: "يَنْبَغِي لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يَّنْتَظِرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا انْتِهَاءَ كَلَامِ الْآخَرِ "یعنی مناظرین میں سے ہر ایک کو دوسرے کے کلام ختم ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔

## اصطلاحی معنی:

تَوَجُّهُ الْمُتَخَاصِمَيْنِ فِي النِّسْبَةِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ إِظْهَارًا لِّلصَّوَابِ.

ترجمہ: دو چیزوں کے درمیان نسبت کے بارے میں درست بات کو ثابت کرنے کے لیے فریقین کا گفتگو کرنا۔

**فائدہ نمبر 1: لغوی واصطلاحی معنی کا مطلب:**

**لغوی معنی:** لفظ کا اصلی معنی جو اہل زبان مراد لیتے ہیں۔

**اصطلاحی معنی:** لفظ کا وہ معنی جو اہل زبان یا اہل علاقہ یا اہل فن متعین کر لیں۔ مثلاً "أَطْوَلُ يَدًا" کا لغوی معنی "لمبے ہاتھ والا ہونا" ہے لیکن اہلِ زبان اس سے وصفِ سخاوت مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا:

أَسْرَعُكُنَّ بِي لِحَاقاً أَطْوَلُكُنَّ يَدًا.

(صحیح مسلم: ج2 ص291 باب فضائل زینب ام المومنین رضی اللہ عنہا)

ترجمہ: میری وفات کے بعد تم میں سے سب سے پہلے اس بیوی کی وفات ہو گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔

اس سے مراد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ وہ سخاوت میں ممتاز تھیں۔

**فائدہ:** یہ حدیث مبارک تفصیلا امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (ت360ھ) نے نقل کی جو یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمٌ مِنَ السَّنَةِ تَجْمَعُ فِيهِ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ، قَالَتْ: وَفِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ: "أَسْرَعُكُنَّ لُحُوقًا أَطْوَلُكُنَّ يَدًا". قَالَتْ: فَجَعَلْنَا نَتَذَارَعُ بَيْنَنَا أَيُّنَا أَطْوَلُ يَدَيْنِ، قَالَتْ: فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ زَيْنَبُ عَلِمْنَا أَنَّهَا كَانَتْ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا فِي الْخَيْرِ وَالصَّدَقَةِ"

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج4 ص370 رقم الحدیث 6276)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سال میں ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات صبح سے شام تک حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ ایک مرتبہ ایسے موقع پہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میری وفات کے بعد تم میں سے سب سے پہلے اس بیوی کی وفات ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے تاکہ دیکھیں کس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں! تو سب سے لمبے ہاتھ سیدہ سودہ کے تھے لیکن جب سیدہ زینب کی وفات ہوئی تو ہمیں بات سمجھ آئی کہ وہ سخاوت میں سب سے آگے تھیں۔

**نوٹ:** فن بدل جائے تو معنی اصطلاحی بدل جاتا ہے جیسے لفظ "کلمہ" جب درجہ حفظ کی درس گاہ میں بولا جائے گا تو اس سے مراد "کلمہ طیبہ" ہوگا، علم نحو میں اس سے مراد "لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ" (وہ لفظ جو ایک معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو)۔ اسی طرح تصوف کے باب میں "مشکل کشا" کا معنی "تزکیہ کرنے والا" ہے اور باب عقیدہ میں اس کا معنی "مافوق الاسباب مدد کرنے والا" ہے۔

### فائدہ نمبر2:

نسبت سے "نسبة تامه خبريه بين الشيئين" مراد ہے، کیونکہ نسبت ناقصہ اور نسبت تامہ انشائیہ میں مناظرہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے کہتے ہیں:

لَا يَتَحَقَّقُ الْمُنَاظَرَةُ فِي النِّسْبَةِ النَّاقِصَةِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ وَلَا فِي الْإِنْشَائِيَّاتِ.

ترجمہ: مناظرہ دو چیزوں میں پائی جانے والی نسبتِ ناقصہ میں نہیں ہوتا اور نہ ہی انشائیات میں ہوتا ہے۔

### تنبیہ:

نسبت کی تین قسمیں ہیں:

### 1: نسبت ناقصہ:

وہ کلام ہوتا ہے جس سے سامع کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو، سماعت کے بعد سامع کا اس پر خاموش رہنا درست نہ ہو جیسے غلام عمر۔

### 2: نسبت تامہ خبریہ:

وہ کلام ہوتا ہے جس کے قائل کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکے جیسے زید قائم۔

### 3: نسبت تامہ انشائیہ:

وہ کلام ہوتا ہے جس کے قائل کو سچا یا جھوٹا نہ کہا جاسکے۔ جیسے أُنْصُرْ أَخَاكَ، لَا تَنْظُرْ إِلٰى عُيُوْبِ النَّاسِ.

**فائدہ نمبر3: مناظرہ، مجادلہ اور مکابرہ میں فرق:**

**مناظرہ:** تَوَجُّهُ الْمُتَخَاصِمَيْنِ فِي النِّسْبَةِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ إِظْهَارًا لِلصَّوَابِ.

ترجمہ: دو چیزوں کے درمیان نسبت کے بارے میں درست بات کو ثابت کرنے کے لیے فریقین کا گفتگو کرنا۔

**مجادلہ:** اَلْمُنَازَعَةُ لَا لِإِظْهَارِ الصَّوَابِ بَلْ لِإِلْزَامِ الْخَصْمِ.

ترجمہ: فریقین کا اثبات حق کے لیے نہیں بلکہ فریق مخالف کو چپ کرانے کے لیے گفتگو کرنا۔

**مکابرہ:** اَلْمُنَازَعَةُ لَا لِإِظْهَارِ الصَّوَابِ وَلَا لِإِلْزَامِ الْخَصْمِ.

ترجمہ: فریقین کا اثبات حق اور فریق مخالف کو خاموش کرانے کے علاوہ کسی اور مقصد مثلاً شہرت وغیرہ کے لیے گفتگو کرنا۔

## [5]: طریقہ مناظرہ

فریقین میں سے ایک مدعی اور دوسرا مدعیٰ علیہ ہو۔ مدعی کو معلل، مجیب اور مدعیٰ علیہ کو منکر، سائل اور نافی بھی کہتے ہیں۔

**مدعی:** مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِإِثْبَاتِ الْحُكْمِ بِالدَّلِيلِ أَوِ التَّنْبِيهِ.

ترجمہ: مدعی وہ ہے جو دعویٰ کو دلیل یا تنبیہ کے ساتھ ثابت کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔

**سائل:** مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِنَفْيِ الْحُكْمِ.

ترجمہ: سائل وہ شخص ہے جو مدعی کے دعویٰ کو توڑنے کی ذمہ داری قبول کرے۔

**فائدہ نمبر1:**

دعویٰ کبھی اثباتاً ہوتا ہے، جیسے کوئی غیر مقلد کہے: ”فاتحہ خلف الامام فرض ہے“ اور کبھی نفیاً ہوتا ہے، جیسے کوئی غیر مقلد کہے: ”مقتدی کی نماز امام کے پیچھے بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی۔“

**فائدہ نمبر2:**

مدعی نے چونکہ اپنا دعویٰ ثابت کرنا ہوتا ہے اس لئے پہلی نشست مدعی کی ہوتی ہے اور مدعی نے چونکہ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی ذمہ داری لی ہے اس لئے مناظرہ میں آخری نشست بھی مدعی کی ہوتی ہے۔

**فائدہ نمبر3:**

آخری نشست میں مدعی کوئی نئی دلیل پیش نہیں کر سکتا، البتہ یہ بیان کر سکتا ہے کہ اس نے کس کس دلیل سے اور کیسے اپنے دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔

**فائدہ نمبر 4:**

**دلیل:** دلیل کی عموماً دو تعریفیں کی جاتی ہیں۔

1: أَلْمُرَكَّبُ مِنَ الْقَضِيَّتَيْنِ لِلتَّعَدِّيْ اِلٰى مَجْهُوْلٍ نَظَرِيٍّ.

ترجمہ: نامعلوم چیز کو حاصل کرنے کے لیے دو معلوم جملوں سے بنے ہوئے کلام کو "دلیل" کہتے ہیں۔

**فائدہ:**

**مجہول نظری:** وہ ہوتا ہے جس میں غور و فکر کی اور کچھ مقدمات ملانے کی ضرورت پڑے جیسے عالم کا حادث ہونا۔ حدوث عالم کو سمجھنے کے لئے غور و فکر اور مقدمات کی ترتیب ضروری ہوتی ہے کہا جاتا ہے:

اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ وَكُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ.

2: مَا يَلْزَمُ مِنَ الْعِلْمِ بِهِ الْعِلْمُ بِشَيْءٍ آخَرَ.

ترجمہ: دلیل وہ چیز ہے جس کے علم سے دوسری چیز کا علم از خود ہو جائے۔

**تنبیہ:** دعویٰ کے خفاء کو جس وضاحت سے دور کریں اس وضاحت کو "تنبیہ" کہتے ہیں۔ مثلاً ہمارا دعویٰ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اس پر دلیل یہ حدیث مبارک ہے:

أَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.

(مسند ابی یعلیٰ: ص658 رقم الحدیث 3425 عن انس)

ترجمہ: تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اس پر منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے زندہ باپ کو قبر میں دفن نہیں کرتا۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں تو کیا صحابہ رضی اللہ عنہم (العیاذ باللہ) اتنے ظالم تھے کہ زندہ نبی کو دفن کر دیا؟ جواب دیتے ہوئے ہم نے اپنے دعویٰ کی وضاحت یوں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دنیا میں فوت ہوئے اور عالم برزخ میں زندہ ہیں۔

**فائدہ نمبر 5:**

دلیل ہمیشہ مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔

وضاحت: اصول تو یہی ہے کہ دلیل دینا مدعی کی ذمہ داری ہے لیکن مدعی کے مطالبہ کرنے پر نافی بھی دلیل دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اسی طرح نافی بوقت ضرورت بھی دلیل دے سکتا ہے۔

**فائدہ نمبر 6:**

اہلِ باطل دلیل کے معاملے میں دو قسم کے دھوکے دیتے ہیں:

1: مدعی ہونے کے باوجود اہلِ حق سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جیسے منکرین تقلید کا دعویٰ ہے کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے لیکن وہ اس پر دلیل دینے کے بجائے ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ لوگ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے سے منع کا حکم دکھاؤ! اس لوگوں کا یہ مطالبہ غلط ہے کیونکہ جب مدعی خود ہیں تو دلیل بھی خود دیں!

2: ”دلیل شرعی“ کا مطالبہ کرنے کے بجائے ”دلیل خاص“ کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جیسے بعض لوگ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں دلیل دکھاؤ اور دلیل بھی قرآن سے دکھاؤ! یا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں دلیل دکھاؤ اور دلیل بھی صحیح بخاری سے دکھاؤ! ان لوگوں کا اس قسم کا مطالبہ کرنا غلط ہے۔ اس لیے دلائل شرعیہ چار ہیں؛ کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس شرعی۔ دلیل صرف ایک چیز نہیں۔ لہذا دلیل کا مطالبہ تو کرنا چاہیے لیکن دلیل خاص کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔

## [6]: ثبوت مناظرہ

### دلیل نمبر 1:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ(۲۵۸)﴾

(سورۃ البقرۃ:258)

ترجمہ: (اے نبی!) کیا آپ نے اس کو بھی دیکھا کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس کے رب کے معاملہ میں حجت کی تھی اس غرور میں آکر کہ اس کو خدا نے سلطنت دی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے کہ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اس نے کہا میں بھی تو زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرا رب تو آفتاب کو مشرق سے نکالا کرتا ہے سو تو اس کو مغرب کی طرف سے نکال دے، تب وہ کافر حیران رہ گیا اور اللہ تعالیٰ ناانصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

**توضیح:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دونوں دلیلوں کی بنیاد یہ تھی کہ عدم کو وجود دینا اور وجود کو عدم دینا میرے رب کا کام ہے، مگر دوسری دلیل چونکہ عوامی سطح کی تھی جسے عوام سمجھ گئی اس لیے نمرود مناظرہ ہار گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انداز بدلا ہے دلیل کی بنیاد نہیں بدلی۔

### استدلال:

(۱) مشہور متکلم، مفسر اور فقیہ امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی رحمہ اللہ (ت 333ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وَفِيهِ إِبَاحَةُ التَّكَلُّمِ فِي الْكَلَامِ وَالْمُنَاظَرَةِ فِيهِ وَالْحِجَاجِ بِقَوْلِهِ: ﴿حَاجَّ إِبْرٰهِمَ فِيْ رَبِّهٖ﴾ وَرَدٌّ عَلَى مَنْ يَمْنَعُ التَّكَلُّمَ فِيهِ لِأَنَّا أُمِرْنَا بِدُعَاءِ الْكَفَرَةِ جَمِيعًا إِلَى وَحْدَانِيَّةِ اللهِ تَعَالَى وَالْإِقْرَارِ لَهُ بِذٰلِكَ وَالْمَعْرِفَةِ لَهُ أَنَّهُ كَذٰلِكَ، وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ بِأَجْمَعِهِمْ أُمِرُوْا وَنُدِبُوْا إِلَى دُعَاءِ الْكَفَرَةِ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ فَإِنْ دَعَوْنَاهُمْ إِلَى ذٰلِكَ فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَطْلُبُوْا مِنَّا الدَّلِيْلَ عَلَى ذٰلِكَ وَالْبَيَانَ عَلَيْهِ وَالْوَصْفَ لَهُ كَمَا هُوَ وَالتَّقْرِيْرَ عِنْدَهُمْ أَنَّهُ كَذَا؛ فَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ إِلَّا بَعْدَ الْمُنَاظَرَةِ وَالْحِجَاجِ فِيْهِ. لِذٰلِكَ قُلْنَا: إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِالتَّكَلُّمِ وَالْمُنَاظَرَةِ فِيْهِ.

(تاویلات اھل السنۃ: ج1 ص218)

ترجمہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿حَاجَّ إِبْرٰهِمَ فِيْ رَبِّهٖ﴾ سے ثابت ہوتا ہے کہ علم الکلام میں گفتگو کرنا، مناظرہ کرنا اور بحث و مباحثہ کرنا جائز ہے۔ نیز اس آیت میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو علم الکلام میں گفتگو سے منع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم کفار کو اس بات کی دعوت دیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کے ایک ہونے کا اقرار کیا جائے اور اس بات کو دل سے مانا جائے کہ وہ ایسے ہی ہے (یعنی وحدہ لا شریک ہے) اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا گیا ہے اور اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ کفار کو "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ" کی گواہی کی دعوت دیں۔ چنانچہ جب ہم انہیں اس بات کی دعوت دیں گے تو لازمی طور پر وہ ہم سے اس کی دلیل مانگیں گے، اس کی وضاحت پوچھیں گے اور اس کی حقیقت حال دریافت کریں گے اور اس بات کی یقین دہانی چاہیں گے کہ معاملہ (عقیدہ و نظریہ) ایسا ہی ہے، اور یہ مناظرہ اور گفتگو کے بعد ہی ممکن ہو سکے گا۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ علم الکلام میں گفتگو کرنا اور اس میں مناظرہ کرنا جائز ہے۔

(۲) امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر المعروف قرطبی (ت 671ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَتَدُلُّ عَلَى إِثْبَاتِ الْمُنَاظَرَةِ وَالْمُجَادَلَةِ وَإِقَامَةِ الْحُجَّةِ وَفِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ مِنْ هٰذَا كَثِيْرٌ لِمَنْ تَأَمَّلَهُ.

(الجامع لاحکام القرآن سورۃ البقرہ آیت: 257)

ترجمہ: یہ آیت کریمہ اثبات حق کے لئے دلائل دینے اور مناظرہ کی اثبات کی دلیل ہے۔ قرآن و سنت میں مناظرہ کے جواز کے بہت سارے دلائل موجود ہیں۔

(۳) علامہ ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (ت 710ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَالْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى إِبَاحَةِ التَّكَلُّمِ فِي عِلْمِ الْكَلَامِ وَالْمُنَاظَرَةِ فِيْهِ لِأَنَّهُ قَالَ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْ حَاجَّ إِبْرٰهِمَ فِيْ رَبِّهٖ﴾ وَالْمُحَاجَّةُ تَكُوْنُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَاجَّهُ أَيْضًا وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مُبَاحًا لَمَا بَاشَرَهَا إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِكَوْنِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مَعْصُوْمِيْنَ عَنِ ارْتِكَابِ الْحَرَامِ وَلِأَنَّا أُمِرْنَا بِدُعَاءِ الْكَفَرَةِ إِلَى الْإِيْمَانِ بِاللهِ وَتَوْحِيْدِهٖ وَإِذَا دَعَوْنَاهُمْ إِلَى ذٰلِكَ لَا بُدَّ أَنْ يَطْلُبُوْا مِنَ الدَّلِيْلِ عَلَى ذٰلِكَ وَذَا لَا يَكُوْنُ إِلَّا بَعْدَ الْمُنَاظَرَةِ كَذَا فِيْ شَرْحِ التَّأْوِيْلَاتِ.

(مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف تفسیر المدارک: ج1 ص201)

ترجمہ: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ علم الکلام میں گفتگو کرنا اور مناظرہ کرنا جائز ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖ﴾ اور دلیل و حجت قائم کرنا فریقین کے درمیان ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس شخص سے مناظرانہ گفتگو فرمائی تھی۔ اگر مناظرہ جائز نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی یہ گفتگو نہ فرماتے اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام حرام کے ارتکاب سے محفوظ اور بچے ہوئے ہیں۔ مناظرہ کے جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم کفار کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی توحید کی دعوت دیں تو جب ہم انہیں اس بات کی دعوت دیں گے تو لازمی طور پر وہ ہم سے اس کی دلیل مانگیں گے اور یہ مناظرہ کے بعد ہی ممکن ہوگا۔ اسی طرح کی بات شرح التاویلات (تاویلات اہل السنۃ لابی منصور الماتریدی) میں ہے۔

(۴) شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی (ت1394ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام کا نمرود بن کنعان سے مناظرہ اور مکالمہ بیان کرتے ہیں۔“

(معارف القرآن: ج1 ص498)

## دلیل نمبر2:

﴿ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾

(سورۃ الانعام: 143، 144)

ترجمہ: (مویشیوں کے) آٹھ جوڑے اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ دو قسمیں (نر اور مادہ) بھیڑوں کی نسل سے اور دو بکریوں کی نسل سے، ذرا ان سے پوچھو کہ: ”کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کسی علمی بنیاد پر مجھے جواب دو! اور اسی طرح اونٹوں کی بھی دو قسمیں (نر اور مادہ اللہ نے) پیدا کی ہیں، اور گائے کی بھی دو قسمیں۔ ان سے کہو کہ: کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے، یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟

## استدلال:

1: مفسر محدث وفقیہ امام ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی (ت375ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فَفِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ دَلِيْلُ إِثْبَاتِ الْمُنَاظَرَةِ فِي الْعِلْمِ لِأَنَّ اللهَ تَعَالٰى أَمَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ يُنَاظِرَهُمْ وَيُبَيِّنَ فَسَادَ قَوْلِهِمْ.

(تفسیر بحر العلوم المعروف تفسیر السمرقندی: سورۃ الانعام آیت 143)

ترجمہ: یہ آیت کریمہ علمی مناظرہ کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان مشرکین سے مناظرہ کریں اور جانوروں سے متعلق ان کے غلط اقوال کا فساد واضح فرمائیں۔

2: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر المعروف قرطبی (ت 671ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فَدَلَّتْ عَلَى إِثْبَاتِ الْمُنَاظَرَةِ فِي الْعِلْمِ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَ نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَنْ يُنَاظِرَهُمْ وَيُبَيِّنَ فَسَادَ قَوْلِهِمْ.

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن سورۃ الانعام آیت 143)

ترجمہ: یہ آیت کریمہ علمی مناظرہ کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان مشرکین سے مناظرہ کریں اور جانوروں سے متعلق ان کے غلط اقوال کا فساد واضح فرمائیں۔

## دلیل نمبر 3:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (۱۲۵)﴾

(سورۃ النحل:125)

ترجمہ: اپنے رب کے رستے کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ سے بلایئے اور ان سے بحث بھی کرو تو پسندیدہ طریقہ سے کرو۔ آپ کے رب کو خوب معلوم ہے کہ کون اس کے رستہ سے بہکا ہوا ہے اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں۔

## استدلال:

**1:** اس آیت کے تحت علامہ ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ (م 710ھ) لکھتے ہیں:

وَهُوَ رَدٌّ عَلَى مَنْ يَأْبَى الْمُنَاظَرَةَ فِي الدِّيْنِ.

(مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف تفسیر المدارک: ج1 ص207)

ترجمہ: اس آیت میں اس آدمی کی تردید ہے جو دین میں مناظرہ کا قائل نہیں۔

2: مشہور مفسر، محدث، مورخ ابو الفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف ابن کثیر (ت 774ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أَيْ: مَنِ احْتَاجَ مِنْهُمْ إِلَى مُنَاظَرَةٍ وَجِدَالٍ فَلْيَكُنْ بِالْوَجْهِ الْحَسَنِ بِرِفْقٍ وَلِيْنٍ وَحُسْنِ خِطَابٍ.

(تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر سورۃ النحل آیت 125)

ترجمہ: مناظر کو چاہیئے کہ مناظرہ، بحث مباحثہ کی ضرورت پیش آنے پر بہترین اسلوب، نرمی اور شائستگی کے ساتھ مناظرہ کرے۔

3: حاشیہ جلالین میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

”اَلْمُجَادَلَةُ هِيَ الْمُنَازَعَةُ لَا لِاِظْهَارِ الصَّوَابِ بَلْ لِاِلْزَامِ الْخَصْمِ كَمَا فِي الرَّشِيْدِيَّةِ لٰكِنَّ الْمُرَادَ هٰهُنَا الْمُنَاظَرَةُ وَالْجَدَلُ الْاَحْسَنُ اَنْ يَّكُوْنَ دَلِيْلًا مُرَكَّباً مِنْ مُّقَدَّمَاتٍ مُسَلَّمَةٍ فِي الْمَشْهُوْرِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ مُقَدَّمَاتٍ مُسَلَّمَةٍ عِنْدَ ذٰلِكَ الْقَائِلِ هٰكَذَا فِي الْكَبِيْرِ“

(حاشیۃ الجلالین: ص228)

ترجمہ: فریقین کا اظہار صواب کے لیے نہیں بلکہ ایک دوسرے کو چپ کرانے کے لیے گفتگو کرنا ”مجادلہ“ ہے جیسا کہ رشیدیہ میں ہے، لیکن یہاں مراد مناظرہ ہے اور بہترین مناظرہ وہ ہے جس میں دلیل ایسی ہو جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو مشہور قول کے مطابق جمہور کے ہاں ثابت شدہ ہیں یا فریق مخالف کے ہاں ثابت شدہ ہیں، اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے۔

**4:** حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1394ھ) اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اے نبی! دعوت دے اور بلا تو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف علم وحکمت کی باتوں کے ساتھ اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور اگر بحث ومباحثہ کا وقت آن پڑے تو نہایت عمدہ طریقے کے ساتھ ان سے مناظرہ کرو“۔

(معارف القرآن ج4 ص426)

**فائدہ:** دعوت کے اصل اصول دو ہیں:

(1) حکمت کے ساتھ، یعنی دلائل قطعیہ سے۔

(2) موعظہ حسنہ کے ساتھ، یعنی دلائل ظنیہ، قصص واقعات وغیرہ سے۔

رہا مجادلہ ومناظرۃ تو یہ ایک ہنگامی ضرورت ہے، جو معاند اور ضدی کو لاجواب کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین بن الحسن الرازی رحمۃ اللہ علیہ (ت 604ھ) فرماتے ہیں:

وَمِنْ لَطَائِفِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَنَّهُ قَالَ ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ فَقَصَرَ الدَّعْوَةَ عَلٰى ذِكْرِ هٰذَيْنِ الْقِسْمَيْنِ لِاَنَّ الدَّعْوَةَ اِنْ كَانَتْ بِالدَّلَائِلِ الْقَطْعِيَّةِ فَهِيَ "الْحِكْمَةُ" وَاِنْ كَانَتْ بِالدَّلَائِلِ الظَّنِّيَّةِ فَهِيَ "الْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ". اَمَّا "الْجَدَلُ" فَلَيْسَ مِنْ بَابِ الدَّعْوَةِ بَلِ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ غَرَضٌ اٰخَرُ مُغَايِرٌ لِلدَّعْوَةِ وَهُوَ الْاِلْزَامُ وَالْاِفْحَامُ. فَلِهٰذَا السَّبَبِ لَمْ يَقُلْ: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْجِدَالِ الْاَحْسَنِ، بَلْ قَطَعَ الْجَدَلَ عَنْ بَابِ الدَّعْوَةِ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّهُ لَا يَحْصُلُ الدَّعْوَةُ، وَاِنَّمَا الْغَرَضُ مِنْهُ شَيْءٌ اٰخَرُ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(مفاتیح الغیب المعروف التفسیر الکبیر: ج20 ص112)

ترجمہ: اس آیت کے لطائف میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ فرما کر دعوت کو صرف دو قسموں میں منحصر کر دیا ہے، اس لیے کہ اگر دعوت دلائل قطعیہ کے ساتھ ہو تو حکمت ہے اور اگر دلائل ظنیہ کے ساتھ ہو تو موعظہ حسنہ ہے۔ رہا جدل (بحث ومباحثہ) تو یہ دعوت کے طریق سے نہیں بلکہ اس سے مقصود کچھ اور ہوتا ہے جو دعوت سے الگ ایک چیز ہے یعنی معاند اور ضدی شخص کو لاجواب کرنا۔ اس لیے اللہ نے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْجِدَالِ الْاَحْسَنِ نہیں فرمایا، جدل کو دعوت کے باب سے الگ ذکر کیا یہ بتانے کے لیے کہ اس کے ذریعے دعوت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔

مفتی بغداد علّامہ ابو الثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی (ت 1270ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِنَّمَا لَمْ يَقُلْ أُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ وَالْجِدَالِ الْأَحْسَنِ لِمَا أَنَّ الْجِدَالَ لَيْسَ مِنْ بَابِ الدَّعْوَةِ بَلِ الْمَقْصُودُ مِنْهُ غَرَضٌ آخَرُ مُغَايِرٌ لَهَا وَهُوَ الْإِلْزَامُ وَالْإِفْحَامُ

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی سورۃ النحل: آیت 125)

ترجمہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ وَالْجِدَالِ الْاَحْسَنِ نہیں فرمایا، کیونکہ جدل (بحث و مباحثہ) دعوت کے طریق سے نہیں بلکہ اس سے مقصود کچھ اور ہوتا ہے جو دعوت سے الگ ایک چیز ہے یعنی کسی کو چپ کرانا۔

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (ت 1396ھ) فرماتے ہیں:

”آیت کے نسق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول دعوت اصل میں دو ہی چیزیں ہیں: حکمت اور موعظت، تیسری چیز ”مجادلہ“ اصولِ دعوت میں داخل نہیں، ہاں طریق دعوت میں کبھی اس کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

صاحب روح المعانی کا استدلال اس پر یہ ہے کہ اگر یہ تینوں چیزیں اصول دعوت ہوتیں تو مقتضائے مقام یہ تھا کہ تینوں چیزوں کو عطف کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاتا ”بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْجِدَالِ الْاَحْسَنِ“ مگر قرآن حکیم نے حکمت و موعظت کو تو عطف کے ساتھ ایک ہی نسق میں بیان فرمایا اور مجادلہ کے لیے الگ جملہ ﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ اختیار کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجادلہ فی العلم در اصل دعوۃ الی اللہ کا رکن یا شرط نہیں، بلکہ طریق دعوت میں پیش ہونے والے معاملات کے متعلق ایک ہدایت ہے، جیسا کہ اس کے بعد کی آیت میں صبر کی تلقین فرمائی ہے، کیونکہ طریق دعوت میں لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کرنا ناگزیر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصول دعوت دو چیزیں ہیں: حکمۃ اور موعظۃ، جن سے کوئی دعوت خالی نہ ہونی چاہیے، خواہ علماء وخواص کو ہو یا عوام الناس کو، البتہ دعوت میں کسی وقت ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑ جاتا ہے جو شکوک و اوہام میں مبتلا اور داعی کے ساتھ بحث و مباحثہ پر آمادہ ہیں تو ایسی حالت میں مجادلہ کی تعلیم دی گئی، مگر اس کے ساتھ ﴿بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ کی قید لگا کر بتلا دیا کہ جو مجادلہ اس شرط سے خالی ہو اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔“

(معارف القرآن: ج5 ص422: تحت سورۃ النحل آیت 125)

## دلیل نمبر 4:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾

(سورۃ العنکبوت: 46)

ترجمہ: اور اہل کتاب سے اچھے طریقہ سے مناظرہ کرو۔

### استدلال:

علامہ ابوالبرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ (ت 710ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَالْآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ الْمُنَاظَرَةِ مَعَ الْكَفَرَةِ فِي الدِّيْنِ وَعَلٰى جَوَازِ تَعَلُّمِ عِلْمِ الْكَلَامِ الَّذِيْ بِهٖ تَتَحَقَّقُ الْمُجَادَلَةِ.

(مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف تفسیر المدارک: ج2 ص294)

ترجمہ: اس آیت کریمہ سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار سے مناظرہ کرنا جائز ہے دوسرا یہ کہ علم الکلام سیکھنا جائز ہے کیونکہ علم الکلام کے ذریعہ ہی مناظرہ ہو سکتا ہے۔

### دلیل نمبر 5:

﴿ الٓمّٓ (۱) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (۲) نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ (۳) مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (٤) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (۵) ﴾

(سورۃ آل عمران: 1 تا 5)

ترجمہ: الم، اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ ہے، (سارے عالَم کو) قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے آپ پر کتابِ برحق نازل فرمائی جو اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا جو اس سے پہلے والے لوگوں کے لیے ہدایت تھیں اور اب اس نے حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب (قرآن) نازل فرمائی۔ بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ کامل غلبے والا، (برائی کا) بدلہ دینے والا ہے۔ بے شک زمین اور آسمان کی کوئی بھی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

### استدلال:

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی الشافعی (ت 606ھ) سورت آل عمران کی ابتدائی آیات کا شان نزول بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلِ نجران سے ہونے والا مناظرہ نقل کرتے ہیں جس میں اہلِ نجران نے ”الوہیت مسیح“ کا دعویٰ کیا تھا۔ نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں تین اشخاص امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ایک کا نام عبد المسیح تھا جو اُن کا امیر تھا۔ دوسرا رائے اور تدبیر کے اعتبار سے اہم تھا جس کا نام ایہم تھا اور وہ لوگ اسے ”سید“ کہتے تھے۔ ان میں تیسرا شخص ان کا مذہبی عالم تھا جس کا نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ ”بنی بکر بن وائل“ سے تعلق رکھتا تھا، پھر پکا نصرانی بن گیا۔ امام رازی رحمہ اللہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثُمَّ أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاظِرُ مَعَهُمْ فَقَالَ: "أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ وَأَنَّ

عِیْسٰی یَأْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَاءُ؟

قَالُوْا: بَلٰی!

قَالَ: "أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ لَا یَكُوْنَ وَلَدٌ إِلَّا وَیُشْبِهُ أَبَاهُ؟"

قَالُوْا: بَلٰی!

قَالَ: "أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَبَّنَا قَیِّمٌ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ یَكْلَؤُهُ وَیَحْفِظُهُ وَیَرْزُقُهُ، فَهَلْ یَمْلِكُ عِیْسٰی شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ؟

قَالُوْا: لَا.

قَالَ: "أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ، فَهَلْ یَعْلَمُ عِیْسٰی شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا مَا عُلِّمَ؟"

قَالُوْا: لَا.

قَالَ: "فَإِنَّ رَبَّنَا صَوَّرَ عِیْسٰی فِی الرَّحِمِ كَیْفَ شَاءَ، فَهَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَبَّنَا لَا یَأْكُلُ الطَّعَامَ وَلَا یَشْرَبُ الشَّرَابَ وَلَا یُحْدِثُ الْحَدَثَ وَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ عِیْسٰی حَمَلَتْهُ امْرَأَةٌ كَحَمْلِ الْمَرْأَةِ وَوَضَعَتْهُ كَمَا تَضَعُ الْمَرْأَةُ ثُمَّ كَانَ یَطْعَمُ الطَّعَامَ وَیَشْرَبُ الشَّرَابَ وَیُحْدِثُ الْحَدَثَ.؟"

قَالُوْا: بَلٰی!

فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "فَكَیْفَ یَكُوْنُ كَمَا زَعَمْتُمْ؟"

(مفاتح الغیب المعروف التفسیر الکبیر: سورۃ آل عمران آیت 1)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مناظرہ شروع کرتے ہوئے سوال کیا:

آپ ﷺ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں، کبھی ان پر موت نہیں آئے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہ موت آئے گی؟

نصاریٰ نجران: جی بالکل، ہمیں معلوم ہے۔

آپ ﷺ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟

نصاریٰ نجران: جی بالکل، ہمیں معلوم ہے۔

آپ ﷺ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارا رب ہر چیز پہ نگران ہے، ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے، ہر چیز کو رزق دیتا ہے، (تم لوگ بتاؤ کہ) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کی قدرت ہے؟

نصاریٰ نجران: نہیں (ان میں تو ایسی قدرت نہیں)۔

آپ ﷺ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمان وزمین کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں؟ (تو بتاؤ کہ) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جتنا علم دیا گیا ہے اس کے علاوہ کچھ اور جانتے ہیں؟

نصاریٰ نجران: نہیں! (وہ اس کے علاوہ نہیں جانتے)

آپ ﷺ: ہمارے خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پیٹ میں اپنی مرضی کے مطابق شکل وصورت عطا فرمائی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارا خدا نہ تو کھانا کھاتا ہے اور نہ ہی پانی پیتا ہے، نہ ہی سے طبعی تقاضے پیش آتے ہیں؟ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ سیدہ مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسری عورتوں کی طرح پیٹ میں اٹھایا، دوسری عورتوں کی طرح انہیں جنا، (ولادت کے بعد) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا بھی کھاتے تھے، پانی بھی پیتے تھے اور آپ کو طبعی تقاضے بھی پیش آتے تھے؟

نصاریٰ نجران: جی بالکل، ایسے ہی ہے۔

آپ ﷺ: تو بتاؤ کہ پھر تمہارا عقیدہ (الوہیت وابنیت مسیح) کیسے درست ہو سکتا ہے؟

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ! أَنَّ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ دَالَّةٌ عَلٰى أَنَّ الْمُنَاظَرَةَ فِيْ تَقْرِيْرِ الدِّيْنِ وَإِزَالَةَ الشُّبُهَاتِ حِرْفَةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

(مفاتیح الغیب المعروف التفسیر الکبیر: سورۃ آل عمران آیت 1)

ترجمہ: اس بات کو خوب جان لیجیے کہ یہ روایت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دینی عقائد کے اثبات کے لئے مناظرہ کرنا اور شبہات کا جواب دینا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی طریقہ ہے۔

## دلیل نمبر 6:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّيْ أَغْسِلُ رَأْسِيْ كَذَا وَ كَذَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَّا أَنَا فَإِنِّيْ أُفِيْضُ عَلٰى رَأْسِيْ ثَلَاثَ أَكُفٍّ."

(صحیح مسلم: باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثا)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے غسل کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مباحثہ کیا ایک صحابی نے کہا میں تو اپنے سر پہ اتنی مقدار پانی ڈالتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے سر پہ تین بار پانی بہاتا ہوں۔

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (ت 676ھ) لکھتے ہیں

وَفِيْهِ جَوَازُ الْمُنَاظَرَةِ وَالْمُبَاحَثَةِ فِي الْعِلْمِ وَفِيْهِ جَوَازُ مُنَاظَرَةِ الْمَفْضُوْلِيْنَ بِحَضْرَةِ الْفَاضِلِ وَمُنَاظَرَةِ الْأَصْحَابِ بِحَضْرَةِ إِمَامِهِمْ وَكَبِيْرِهِمْ.

(شرح مسلم للنووی: باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثا)

ترجمہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ علمی مناظرہ ومباحثہ جائز ہے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ چھوٹا بڑے کی موجودگی میں

اور ادنی مقام والا اعلی مرتبہ والے کی موجودگی میں مناظرہ کر سکتا ہے۔

**فائدہ:**

جس طرح اصول وعقائد میں مناظرہ کرنا جائز ہے اسی طرح فروع اور اجتہادی مسائل میں بھی مناظرہ کرنا جائز ہے۔

علامہ تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع القشیری المعروف بابن دقیق العید (ت702ھ) فرماتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ الْمُنَاظَرَةِ فِيْ مَسَائِلِ الْاِجْتِهَادِ.

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: ج1 ص325 باب الغسل للمحرم)

ترجمہ: یہ حدیث مبارک اجتہادی مسائل میں مناظرہ کے جواز کی دلیل ہے۔

**[۱]:** عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرِ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ رَأْسَهُ. قَالَ: فَأَرْسَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ إِلٰى أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُوْ أَيُّوْبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ: اصْبُبْ فَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: ج1 ص325 باب الغسل للمحرم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حنین سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کا آپس میں مقام ابواء پہ محرم کے سر دھونے یا نہ دھونے کے مسئلہ پر اختلاف ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے جبکہ مسور کی رائے یہ تھی کہ سر نہیں دھو سکتا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن حنین کو حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ عبد اللہ بن حنین کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دو ٹیلوں کے درمیان غسل کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اپنے آپ کو کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبد اللہ بن حنین ہوں، مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس نے آپ کی طرف یہ پوچھنے کے لیے بھیجا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں اپنا سر مبارک کیسے دھوتے تھے؟ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کپڑے پہ رکھا یہاں تک کہ مجھے ان کا سر نظر آنے لگا۔ پھر کسی آدمی سے کہا کہ وہ ان کے سر پر پانی ڈالتا رہے تو اس نے ایسے ہی کیا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے حرکت دی پہلے ہاتھ آگے لے گئے پھر پیچھے اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح غسل کرتے ہوئے دیکھا۔

**[۲]:** امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (ت463ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ تَكَلَّمُوْا فِيْ أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ

قَبْلَ نُزُوْلِهَا وَتَنَاظَرُوْا فِيْ عِلْمِ الْفَرَائِضِ وَالْمَوَارِيْثِ وَتَبِعَهُمْ عَلٰى هٰذِهِ السَّبِيْلِ التَّابِعُوْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ فَكَانَ ذٰلِكَ إِجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلٰى أَنَّهُ جَائِزٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ وَمُبَاحٌ غَيْرُ مَحْظُوْرٍ.

(الفقیہ والمتفقہ لابی بکر خطیب بغدادی ج1 ص344 باب القول فی السوال عن الحادثۃ والکلام)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں منقول ہے کہ ان حضرات نے جدید مسائل کے پیش آنے سے پہلے ان میں گفتگو کی ہے۔ نیز ان حضرات نے میراث کے مسائل میں آپس میں مناظرہ بھی فرمایا ہے۔ حضرات تابعین اور بعد کے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے بھی صحابہ کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے مناظرے فرمائے ہیں۔ ان حضرات کا یہ طرز عمل اس بات پہ اجماع ہے کہ مناظرہ جائز ہے مکروہ نہیں اور مناظرہ کرنا مباح ہے ممنوع نہیں۔

خلاصہ کلام:

مناظرہ کے جواز پر ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین حضرات کا عمل پیش کیا ہے۔

## [7]: حکم مناظرہ

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1088ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُنَاظَرَةُ فِي الْعِلْمِ لِنُصْرَةِ الْحَقِّ عِبَادَةٌ وَلِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ حَرَامٌ، لِقَهْرِ مُسْلِمٍ، وَإِظْهَارِ عِلْمٍ، وَنَيْلِ دُنْيَا أَوْمَالٍ أَوْقُبُوْلٍ.

(الدر المختار للحصکفی: ج9 ص406 کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ)

ترجمہ: دین حق کی مدد کے لیے مناظرہ کرنا عبادت ہے اور مسلمان کو ذلیل کرنے، اپنے علم کے اظہار اور دنیا، دولت کے حصول یا عوام میں مقبولیت و شہرت حاصل کرنے کے لیے مناظرہ کرنا حرام ہے۔

**فائدہ:** دین کا کوئی کام بھی جب اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے کیا جائے تو وہ جائز اور موجب ثواب ہے اور اگر دین کے کام سے مقصود شہرت، دولت وغیرہ ہو تو وہ ناجائز ہے۔

## [8]: آداب مناظرہ

۱: مناظر صاحب علم ہو یعنی جس عقیدہ یا مسئلہ پر مناظرہ کرنا ہو اس موضوع کا اسے مکمل علم ہو۔

۲: مافی الضمیر کو وضاحت کے ساتھ بیان کر سکتا ہو۔

۳: مناظر بے جھجک ہو۔

**فائدہ:** عام طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ "مسئلہ پوچھنے میں شرم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ شرع میں شرم نہیں۔" واضح رہے کہ ایسے

مواقع پر لفظ "بے جھجک" کا استعمال کرنا چاہیے نہ کہ لفظ "بے شرم" کا کیونکہ شریعت میں تو شرم وحیاء کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ہاں! احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں انسان کو "بے جھجک" ہونا چاہیے یعنی بے دریغ واضح بات کہنی چاہیے۔

۴: آواز قدرے بلند ہو۔

۵: گرفت مضبوط ہو۔

۶: الفاظ مہذب اور شائستہ استعمال کرے۔

۷: اپنے مخالف کو کمزور نہ سمجھے یعنی یہ نہ سمجھے کہ مخالف کے پاس دلائل نہیں اور اس بنیاد پر تیاری نہ کرے۔

۸: اپنے اصولوں سے پیچھے نہ ہٹے۔

۹: دوران مناظرہ سامعین کو اپنی طرف متوجہ کئے رکھے۔

۱۰: اگر مناظرہ اہل علم میں ہو تو اصطلاحی الفاظ استعمال کرے اور اگر عوام میں ہو تو عام فہم الفاظ استعمال کرے۔

## [9]: متعلقات مناظرہ

مناظرہ طے کرتے وقت دس چیزیں مخالف فریق سے لکھوا لینی چاہییں:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱: موضوع | ۲: دعویٰ | ۳: مناظر | ۴: معاون مناظر | ۵: صدر مناظر |
| ۶: شرائط | ۷: دلائل | ۸: مقام | ۹: تاریخ | ۱۰: وقت |

### ۱: موضوع

اس سے مراد وہ عنوان ہے جس پر مناظرہ ہو رہا ہے۔ مثلاً عقائد پر مناظرہ ہے تو کون سا عقیدہ ہے؟ اگر مسائل پر ہے تو کون سا مسئلہ ہے؟

### ۲: دعویٰ

جس عقیدہ یا مسئلہ پر مناظرہ ہو اس عقیدہ یا مسئلہ کے بارے میں موقف کو "دعویٰ" کہتے ہیں۔

### ۳: مناظر

مدعی کے دعوی کو ثابت کرنے یا منکر کی طرف سے اس کے دعوی کو توڑنے والے شخص کو "مناظر" کہتے ہیں۔

فائدہ نمبر 1: بہتر یہ ہے کہ مناظر کا تعین مناظرہ طے کرتے وقت کر لیا جائے ورنہ مناظرہ کے وقت بھی مناظر کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ نمبر 2: مناظر کو چاہئے کہ اپنے پاس ایک نوٹ بک رکھے اور فریق مخالف کی گفتگو کے دوران جو بات ذہن میں آئے یا جو بات اپنی نشست میں بیان کرنی ہو اس کو نمبر وار لکھتا جائے۔

### ۴:معاون

مناظر کی معاونت کے لیے جو آدمی مقرر کیا جائے اس کو "معاون" یا "معین مناظر" کہتے ہیں، جس کے ذمہ حوالہ جات تلاش کر کے مناظر کو دینا یا مناظر کو کوئی بات یاد دلانا ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر 1: معاون مناظر ایک سے زائد بھی مقرر کئے جاسکتے ہیں۔

فائدہ نمبر 2: معاون مناظر کو چاہئے کہ مناظر کو زبانی بات یاد دلانے کی بجائے پرچی پر لکھ دے۔

### ۵:صدر مناظر

مناظرہ کی نگرانی کرنے والے، مناظرہ سنبھالنے والے آدمی کو صدر مناظر کہتے ہیں۔

فائدہ نمبر 1: مخالف مناظر اگر موضوع سے ہٹ کر بات کرے یا شرائط کے مطابق بات نہ کرے تو صدر مناظر بواسطہ مخالف صدر مناظر کے مناظر سے موضوع اور شرائط کی پابندی کراتا ہے۔

فائدہ نمبر 2: صدر مناظر مضبوط ہو تو مناظر کی بعض کوتاہیوں کا تدارک بھی کر سکتا ہے۔

فائدنمبر 3: صدر مناظر کو "صدر مناظرہ" بھی کہتے ہیں۔

### ۶:شرائط

مناظرہ کے لیے جو قواعد طے کئے جاتے ہیں ان کو "شرائط" کہتے ہیں۔

فائدہ: مناظر کو چاہئے کہ لکھی ہوئی شرائط کے مطابق گفتگو کرے اور مخالف مناظر کو بذریعہ صدر مناظر کے اس کا پابند کرے۔

### ۷:دلائل

مناظرہ طے کرتے وقت یہ بات لکھوا لینی چاہیے کہ مخالف مناظر ادلہ اربعہ [قرآن، سنت، اجماع اور قیاس] میں سے کن دلائل کو مانتا ہے اور کن دلائل سے گفتگو کرے گا۔

**فائدہ:** اگر ایک ہی نسبت رکھنے والے دو فریقوں کے درمیان مناظرہ ہو تو مناظرہ طے کرتے وقت یہ بات لکھوا لیں کہ ہر فریق بطور دلیل صرف اس منسوب الیہ شخصیت کی عبارات کو پیش کرنے کا پابند ہو گا، جن کی طرف یہ اپنی نسبت کرتا ہے۔ مثلاً اگر دیوبندی اور بریلوی میں مناظرہ ہو اور موضوع مثلاً انگوٹھے چومنا، جنازہ کے بعد دعا، قل وغیرہ ہو تو فریقین اپنے اپنے موقف پر فقہ حنفی کی عبارات پیش کرنے کے پابند ہوں گے، اس لئے کہ فریقین خود کو "حنفی" کہلاتے ہیں۔

اگر دیوبند کی طرف نسبت کرنے والے دو فریقین کے درمیان مناظرہ ہو اور موضوع مثلاً حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

سماع الصلوٰۃ والسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، عرض اعمال، مسئلہ توسل، سماع موتیٰ وغیرہ ہو تو فریقین متفق علیہ اکابر کی عبارات کو پیش کرنے کے پابند ہوں گے، اس لئے کہ دونوں خود کو دیوبندی کہلاتے ہیں۔

**۸: مقام:**

وہ جگہ جہاں پر مناظرہ کرنا ہے۔

**فائدہ:** مقام مناظرہ ممکن حد تک ہمیشہ ایسی جگہ کو طے کرنا چاہئے جو سو فیصد اپنی ہو ورنہ آپ کو دو نقصان ہوں گے:

(1) آپ مخالف کے پاس جائیں گے تو وہ انتظامیہ کو اطلاع کر دے گا کہ یہ مولوی صاحبان ہمارے ساتھ جھگڑنے آئے ہیں۔ نتیجۃً قانونی کارروائی آپ کے خلاف ہو گی۔

(2) جگہ اگر مخالف کی ہو تو اختتامِ مناظرہ پر آپ نے واپس آنا ہے، اب مخالف ویڈیو وغیرہ بنا کر یہ پروپیگنڈہ کرے گا کہ آپ دوڑ گئے ہیں۔

**۹: تاریخ**

مناظرہ طے کرتے وقت تاریخ متعین کرنی چاہئے اور تاریخ لکھتے وقت مہینہ اور سن ضرور لکھنا چاہئے اور یہ لکھیں کہ تاریخ ہجری ہو گی یا عیسوی۔

**۱۰: وقت**

وقت سے مراد مناظرہ شروع کرنے کا وقت ہے، کہ کتنے بجے مناظرہ ہو گا۔

**فائدہ نمبر 1:** مناظرہ شروع کرنے کا وقت لکھتے وقت یہ ضرور لکھیں۔

☆ وقت دن کا ہو گا یا رات کا ہو گا؟

☆ مناظرہ کا دورانیہ کتنے وقت پر مشتمل ہو گا؟

☆ مناظرہ کی ہر نشست کا وقت کتنا ہو گا؟ یعنی ہر نشست کتنے وقت پر مشتمل ہو گی؟

**فائدہ نمبر 2:** پہلی نشست کا وقت نسبتاً زیادہ رکھنا چاہئے کیونکہ پہلی نشست میں ہر مناظر نے اپنے دلائل کے علاوہ اپنے خطبہ، اپنے دعوی اور اس کی وضاحت بھی کرنی ہوتی ہے۔

**فائدہ نمبر 3:** وقت بتانے کے لیے ایک شخص بھی متعین کرنا چاہیے جو ہر مناظر کو اس کا وقت ختم ہونے پر روکے۔

**[10]: اہمیت و حیثیت مناظرہ**

مناظرہ علمی دلائل کی جنگ کا نام ہے اور جنگ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ

الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ.

(صحیح البخاری: ج1 ص424 کتاب الجہاد، باب لا تمنوا لقاء العدو)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو۔ ہاں جب ان سے لڑائی ہو جائے تو ڈٹے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

### فائدہ: اصولِ جنگ

[1]: جرنیل پسند کا میدان سجاتا ہے، مناظر کو بھی چاہیے کہ پسند کا میدان سجائے یعنی موضوع اپنی پسند کا طے کرنے کی کوشش کرے۔

[2]: جرنیل اہتمام کرتا ہے کہ کمک کا سلسلہ منقطع نہ ہو، مناظر کو بھی چاہیے کہ ایسا معاون تیار کرے جو دلائل کی فراہمی میں کمی نہ آنے دے۔

[3]: جرنیل میدان جنگ میں خاص طور پر میمنہ اور میسرہ کو مضبوط کرتا ہے، مناظر کو بھی چاہیے کہ معاون وصدر مضبوط رکھے۔

[4]: جرنیل ایسے اسباب اختیار کرتا ہے کہ بغیر لڑائی کے فتح ہو، مناظر بھی ایسی تدابیر اختیار کرے کہ بغیر مناظرہ کے فتح ہو۔

[5]: جرنیل جس طرح مخالف فوج سے لڑتا ہے اسی طرح اپنی فوج کو حوصلہ بھی دیتا ہے، مناظر کو بھی چاہیے کہ مخالف کے دلائل توڑنے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتا رہے۔

[6]: جرنیل جنگ بھی کرتا ہے اور منفی پروپیگنڈہ بھی توڑتا ہے، مناظر کو بھی مناظرہ کرتے ہوئے منفی پروپیگنڈے حکمت سے توڑتا رہے۔

[7]: جنگ اللہ سے مانگتے نہیں لیکن اگر آجائے تو دوڑتے نہیں، مناظرہ بھی مانگا نہ جائے ہاں اگر آجائے تو ہمت وجرأت سے کرنا چاہیے۔

قرآن کریم میں بھی ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ﴾ (النحل: 125) سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ طرق دعوت دو ہیں۔ اس لئے ہم بھی کہتے ہیں کہ باطل کو سمجھانے کے لیے اول نمبر پر حکمت یعنی دلائل قطعیہ، دوسرے نمبر پر موعظہ حسنہ یعنی دلائل ظنیہ سے کام لینا چاہئے اور اگر احقاق حق اور ابطال باطل کی مناظرہ کے علاوہ کوئی اور صورت ممکن نہ ہو تو اتمام حجت کے لیے اللہ کا حکم اور عبادت سمجھ کر مناظرہ کرنا چاہیے۔

## ﴿اکابرین کے ہاں مناظرہ کی اہمیت﴾

**[1]:** علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی (ت 728ھ) لکھتے ہیں:

فَكُلُّ مَنْ لَمْ يُنَاظِرْ أَهْلَ الْإِلْحَادِ وَالْبِدَعِ مُنَاظِرَةً تَقْطَعُ دَابِرَهُمْ لَمْ يَكُنْ أَعْطَى الْإِسْلَامَ حَقَّهُ، وَلَا وَفَّى بِمُوْجَبِ الْعِلْمِ وَالْإِيْمَانِ، وَلَا حَصَلَ بِكَلَامِهِ شِفَاءُ الصُّدُوْرِ وَطُمَأْنِيْنَةُ النُّفُوْسِ، وَلَا أَفَادَ كَلَامُهُ الْعِلْمَ وَالْيَقِيْنَ.

(درء تعارض العقل والنقل: ج1 ص357)

ترجمہ: ہر وہ (عالم) شخص جو اہلِ الحاد اور اہلِ بدعت سے ایسا مناظرہ نہ کرے جو ان لوگوں کی جڑوں کو کاٹ کے رکھ دے تو ایسے شخص نے اسلام کا حق ادا کیا نہ علم اور ایمان کے تقاضے کو پورا کیا۔ ایسے شخص کی گفتگو سے دلوں کو شفا اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسے شخص کا کلام علم اور یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

[2]: مولانا ابو الحسنات عبد الحیٔ لکھنوی الحنفی (ت1304ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ عِلْمَ الْمُنَاظَرَةِ عِلْمٌ مَنْ أُوْتِيَهُ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَنْ لَمْ يَتَبَصَّرْ فِيْهِ لَمْ يَجِدْ ظَهِيْرًا وَلَا نَصِيْرًا.

(الھدیۃ المختاریۃ شرح الرسالۃ العضدیۃ: ص3)

ترجمہ: علم مناظرہ ایسا علم ہے کہ جس کو عطا ہوا تو حقیقت میں اسے بہت بڑی دولت سے نوازا گیا، اور جو شخص علم مناظرہ میں غور وفکر نہیں کرتا تو اسے نہ کوئی مددگار میسر آتا ہے اور نہ کوئی نصرت کرنے والا ملتا ہے۔

[3]: زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (ت1346ھ) کے متعلق حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ (ت1422ھ) لکھتے ہیں:

”مولوی فاروق احمد صاحب انبیٹھوی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ سفر حج کو جاتے ہوئے راستہ میں مولوی دیدار علی اَنوری کی طرف سے آپ کو عین اس وقت دعوت مناظرہ دی گئی جب کہ آپ جہاز میں سوار ہونے کو تیار تھے۔ آپ کے رفقاء نے جواب دیا کہ اس وقت تو گنجائش نہیں کہ جہاز تیار اور آخری ہے۔ البتہ واپسی پر مناظرہ ہوگا، مگر آپ نے سنا تو بے ساختہ فرمایا کہ نہیں! نہیں! ہم تیار ہیں۔ کل کو ہم قیام کریں گے اور صبح مناظرہ ہوگا۔ مولوی صاحب سے کہنا کہ مقام اور مباحث مناظرہ آج طے کرلیں اور رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب مناظرہ کرتے ہیں تو ہمیں انکار نہ کرنا چاہئے حج بشرط زندگی دوسرے سال کرلیں گے یہ بھی تو ایک دینی کام ہے۔ یہ جواب سن کر فریق ثانی پر اَوس پڑ گئی اور کوئی میدان مناظرہ میں نہ آیا۔ حضرت چند دن قیام فرما کر بمبئی روانہ ہوگئے، حالانکہ جہاز کی تاریخ روانگی گزر چکی تھی مگر اللہ کی شان کہ اس کو چار دن کسی غیر معمولی عذر سے ٹھہرنا پڑ گیا اور آپ اس میں سوار ہو کر عرب پہنچ گئے۔“

(تذکرۃ الخلیل: ص151)

# چند مناظرے

## حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ت24ھ:

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ت1239ھ فرماتے ہیں:

مروی شده که مجوسی نزد خلیفه ثانی آمد وهمراه خود سه کاسه سر آورد وگفت پیغمبر شماگفته است که هر که از دنیا بی ایمانی رود اورا‌بآتش می سوزند خلیفه ثانی گفت بلی ـمجوسی گفت اینک سر هاء پدر وبرادرومادر من است دست خود رابران بنه واثر سوزش ازان دریافت کن ـخلیفه ثانی برخاست وقطعه آهن وسنگ نزد آن مجوسی آورد وگفت که ای مجوسی دست برین هر دوبگزار هیچ اثر گرمی می یابی گفت نه هر دو سرد اند باز گفت که این

آهن را برین سنگ بزن همچنان کرد آتش بلند برآمد گفت این آتش از کجابرآمد مجوسی گفت که درین هردوآتش کامن بود بسبب سحق ظهورنمود گفت پس چراانکار میکنی که شاید درین سرهاهم آتش کامن باشد ودست ترامحسوس نمی شود مجوسی توبه کردوباسلام مشرف شد.

(تحفہ اثنا عشریہ ص481،480باب ہشتم عقیدہ سیوم)

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجوسی ایک برتن میں تین سر لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا:

**مجوسی:** تمہارے نبی کا فرمان ہے کہ جو آدمی کفر کی حالت میں دنیا سے جائے گا اسے قبر میں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

**حضرت عمر رضی اللہ عنہ:** جی بالکل ایسے ہی ہے۔

**مجوسی:** یہ ایک سر میرے باپ کا، ایک میرے بھائی کا اور ایک میری ماں کا ہے۔ آپ ان پر ہاتھ رکھیں، ان میں آپ کو آگ کا اثر محسوس نہیں ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے، ایک پتھر اور لوہا اس مجوسی کے سامنے رکھا اور فرمایا:

**حضرت عمر رضی اللہ عنہ:** اس پر ہاتھ رکھ کے بتاؤ کہ کیا یہ گرم ہے؟

**مجوسی:** نہیں۔ یہ دونوں تو ٹھنڈے ہیں۔

**حضرت عمر رضی اللہ عنہ:** اس لوہے کو پتھر پر مارو!

چنانچہ اس مجوسی نے ایسا ہی کیا تو پتھر سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا:

**حضرت عمر رضی اللہ عنہ:** بتاؤ! یہ چنگاریاں کہاں سے آئیں؟

**مجوسی:** اس پتھر میں آگ چھپی ہوئی تھی، جب اس پہ لوہا لگا ہے تو ظاہر ہو گئی ہیں۔

**حضرت عمر رضی اللہ عنہ:** تو ان سروں میں چھپی ہوئی آگ کا انکار کیوں کرتا ہے؟

یہ بات سن کر اس مجوسی نے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

## امام جعفر صادق رحمہ اللہ ت148ھ:

أَنَّ بَعْضَ الزَّنَادِقَةِ أَنْكَرَ الصَّانِعَ عِنْدَ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

فَقَالَ جَعْفَرٌ: هَلْ رَكِبْتَ الْبَحْرَ؟

قَالَ: نَعَمْ.

قَالَ: هَلْ رَأَيْتَ أَهْوَالَهُ؟

قَالَ: بَلَى، هَاجَتْ يَوْمًا رِيَاحٌ هَائِلَةٌ فَكَسَّرَتِ السُّفُنَ وَغَرَّقَتِ الْمَلَّاحِينَ. فَتَعَلَّقْتُ أَنَا بِبَعْضِ أَلْوَاحِهَا ثُمَّ ذَهَبَ عَنِّي ذٰلِكَ اللَّوْحُ فَإِذَا أَنَا مَدْفُوعٌ فِي تَلَاطُمِ الْأَمْوَاجِ حَتّٰى دُفِعْتُ إِلَى السَّاحِلِ.

فَقَالَ جَعْفَرٌ: قَدْ كَانَ اعْتِمَادُكَ مِنْ قَبْلُ عَلَى السَّفِينَةِ وَالْمَلَّاحِ ثُمَّ عَلَى اللَّوْحِ حَتّٰى تُنْجِيَكَ، فَلَمَّا ذَهَبَتْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءُ عَنْكَ هَلْ أَسْلَمْتَ نَفْسَكَ لِلْهَلَاكِ أَمْ كُنْتَ تَرْجُو السَّلَامَةَ بَعْدُ؟

قَالَ: بَلْ رَجَوْتُ السَّلَامَةَ.

قَالَ: مِمَّنْ كُنْتَ تَرْجُوهَا؟

فَسَكَتَ الرَّجُلُ

فَقَالَ جَعْفَرٌ: إِنَّ الصَّانِعَ هُوَ الَّذِي كُنْتَ تَرْجُوهُ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ، وَهُوَ الَّذِي أَنْجَاكَ مِنَ الْغَرَقِ.

فَأَسْلَمَ الرَّجُلُ عَلَىٰ يَدِهِ.

(التفسیر الکبیر، سورۃ البقرۃ آیت: 21،22)

ترجمہ: ایک مرتبہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے پاس کسی زندیق منکر خدا نے اللہ کے وجود کا انکار کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا:

**امام جعفر صادق:** کیا تو نے کبھی سمندر کا سفر کیا؟

**منکرِ خدا:** جی کیا ہے۔

**امام جعفر صادق:** کبھی تجھے سمندری طوفان کا سامنا کرنا پڑا؟

**منکرِ خدا:** جی ہاں، ایک بار ایسی سخت ہوا چلی جس نے کشتیوں کو توڑ ڈالا اور ملاحوں کو غرق کر دیا۔ میں نے جان بچانے کے لئے کشتی کے ایک تختہ کو پکڑ لیا۔ کچھ دیر بعد وہ بھی میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میں پانی کی موجوں میں چلا گیا۔ ان موجوں نے مجھے سمندر کے کنارے پھینک دیا۔

**امام جعفر صادق:** پہلے تیرا اعتماد کشتی اور ملاح پہ تھا، پھر تجھے تختہ پہ بھروسہ تھا کہ یہ بچائے گا، جب کشتی ٹوٹ گئی اور تختہ ہاتھ سے چھوٹ گیا تو تو مرنے کے لئے تیار تھا یا اب بھی بچنے کی امید تھی؟

**منکرِ خدا:** بچنے کی امید تو اب بھی باقی تھی۔

**امام جعفر صادق:** اب کس سے امید تھی؟

وہ شخص خاموش ہو گیا۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا:

**امام جعفر صادق:** جس ذات سے تجھے اب بھی امید تھی وہی صانع، خدا ہے جس نے تجھے غرق ہونے سے بچا لیا۔

وہ شخص امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے ہاتھ توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔

## امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت150ھ:

### وجود باری تعالیٰ:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ سَيْفًا عَلَى الدَّهْرِيَّةِ، وَكَانُوا يَنْتَهِزُونَ الْفُرْصَةَ لِيَقْتُلُوهُ فَبَيْنَمَا هُوَ يَوْمًا فِي مَسْجِدِهِ قَاعِدٌ إِذْ هَجَمَ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ بِسُيُوفٍ مَسْلُولَةٍ وَهَمُّوا بِقَتْلِهِ

فَقَالَ لَهُمْ: أَجِيبُونِي عَنْ مَسْأَلَةٍ ثُمَّ افْعَلُوا مَا شِئْتُمْ!

فَقَالُوا لَهُ: هَاتِ!

فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ يَقُولُ لَكُمْ إِنِّي رَأَيْتُ سَفِينَةً تَجْرِي مُسْتَوِيَةً لَيْسَ لَهَا مَلَّاحٌ يُجْرِيهَا وَلَا مُتَعَهِّدٌ يَدْفَعُهَا هَلْ يَجُوزُ ذٰلِكَ فِي الْعَقْلِ؟

قَالُوا: لَا، هٰذَا شَيْءٌ لَا يَقْبَلُهُ الْعَقْلُ.

فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: يَا سُبْحَانَ اللهِ! إِذَا لَمْ يَجُزْ فِي الْعَقْلِ سَفِينَةٌ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ مُسْتَوِيَةً مِنْ غَيْرِ مُتَعَهِّدٍ وَلَا مُجْرٍ فَكَيْفَ يَجُوزُ قِيَامُ هٰذِهِ الدُّنْيَا عَلَى اخْتِلَافِ أَحْوَالِهَا وَتَغَيُّرِ أَعْمَالِهَا وَسَعَةِ أَطْرَافِهَا وَتَبَايُنِ أَكْنَافِهَا مِنْ غَيْرِ صَانِعٍ وَحَافِظٍ؟

فَبَكَوْا جَمِيعًا وَقَالُوا: صَدَقْتَ وَأَغْمَدُوا سُيُوفَهُمْ وَتَابُوا.

(التفسیر الکبیر سورۃ البقرۃ آیت:21،22)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اپنے زمانے میں منکرین خدا کے لئے تلوار تھے۔ آپ کے مخالفین آپ کو قتل کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتے ایک دن آپ مسجد میں بیٹھے تھے لوگ تلواریں لے کر آپ کو قتل کرنے پہنچ گئے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان سے یوں گفتگو کی۔

**امام ابو حنیفہ:** مجھے ایک بات کا جواب دے دو، اس کے بعد جو جی چاہے کرنا۔

**منکرینِ خدا:** پوچھیں!

**امام ابو حنیفہ:** ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے سامان سے لدی ہوئی ایک کشتی دیکھی جس میں لوگ سوار تھے، وہ کشتی سمندروں کی موجوں میں رواں دواں تھی، ہوا مخالف چل رہی تھی، اس کشتی کو چلانے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں اس کے باوجود وہ صحیح رخ پہ جا رہی ہے۔ تو کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے؟

**منکرینِ خدا:** بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عقل تو اسے ماننے کے لئے تیار نہیں۔

**امام ابو حنیفہ:** سبحان اللہ! جب عقل بغیر ملاح کے کشتی کا چلنا تسلیم نہیں کرتی تو اس دنیا کا نظام، حالات کا مختلف ہونا، اعمال کی تبدیلی، دنیا کے اطراف کی وسعت، کناروں کا اختلاف یہ سب کچھ بغیر کسی بنانے اور چلانے والے کے عقل کیسے تسلیم کرتی ہے؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بات سن کر وہ سب لوگ رونے لگے۔ انہوں نے آپ کی تصدیق کرتے ہوئے تلواریں نیام میں رکھیں اور مسلمان ہو گئے۔

## سب سے بڑا بہادر کون؟

امام محمد بن محمد بن شہاب المعروف امام کردری رحمہ اللہ ت 827ھ لکھتے ہیں:

كَانَ الْإِمَامُ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَهُ شَيْخُ الرَّافِضَةِ وَكَانَ يُدْعٰى "شَيْطَانَ الطَّاقِ"

فَقَالَ: مَنْ أَشَدُّ النَّاسِ بَعْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟

قَالَ: نَحْنُ نَقُوْلُ: عَلِيٌّ وَاَنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ الصِّدِّيْقُ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

قَالَ الشَّيْطَانُ: اِنَّهٗ مَقْلُوْبٌ.

قَالَ الْاِمَامُ: نَحْنُ نَقُوْلُ كَانَ الْحَقُّ لِلصِّدِّيْقِ فَسَلَّمَ عَلِيٌّ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا- الْحَقَّ لَهٗ فَكَانَ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ وَاَنْتُمْ قُلْتُمْ كَانَ الْحَقُّ لِعَلِيٍّ وَاَخَذَهُ الصِّدِّيْقُ بِالْقُوَّةِ فَكَانَ الصِّدِّيْقُ اَشَدَّ النَّاسِ حَيْثُ اَخَذَ مِنْهُ حَقَّهٗ بِقَوْلِهٖ بِلَاتَسْلِيْمٍ.

فَتَحَيَّرَ الرَّافِضِيُّ.

(مناقب الامام ابی حنیفۃ الکردری: ج1ص162،161)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کوفہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس روافض کا ایک عالم آیا جسے ”شیطان الطاق“(یعنی شاطر اور چالاک رافضی) کہا جاتا تھا۔ اس نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا:

**شیطانُ الطاق:** یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ طاقتور کون ہے؟

**امام ابو حنیفہ:** ہم سب سے زیادہ طاقتور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں اور تم سب سے زیادہ طاقتور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہتے ہو۔

**شیطانُ الطاق:** آپ نے برعکس کہہ دیا۔

**امام ابو حنیفہ:** ہمارا موقف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا حق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ حق انہیں دلوایا تو آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ طاقتور ہوئے جبکہ تمہارا نظریہ یہ ہے کہ خلافت کا حق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طاقت کی بنیاد پہ ان سے ان کا حق ان کی رضامندی کے بغیر چھین لیا۔

یہ بات سن کر رافضی حیران ولاجواب ہو گیا۔

## امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ ت 204ھ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ت 241ھ:

امام تاج الدین ابو النصر عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی رحمہ اللہ ت 771ھ لکھتے ہیں:

مُنَاظَرَةٌ بَيْنَ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

حُكِيَ أَنَّ أَحْمَدَ نَاظَرَ الشَّافِعِيَّ فِيْ تَارِكِ الصَّلَاةِ.

فَقَالَ لَهُ الشَّافِعِيُّ: يَا أَحْمَدُ! أَتَقُوْلُ إِنَّهٗ يَكْفُر؟

قَالَ: نَعَمْ!

قَالَ: إِذَا كَانَ كَافِرًا فَبِمَ يُسْلِمُ؟

قَالَ: يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ

قَالَ الشَّافِعِيُّ: فَالرَّجُلُ مُسْتَدِيمٌ لِهٰذَا الْقَوْلِ لَمْ يَتْرُكْهُ!

قَالَ: يُسْلِمُ بِأَنْ يُّصَلِّيَ.

قَالَ: صَلَاةُ الْكَافِرِ لَا تَصِحُّ وَلَا يُحْكَمُ بِالْإِسْلَامِ بِهَا.

فَانْقَطَعَ أَحْمَدُ وَسَكَتَ.

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ج2 ص61)

ترجمہ: منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نماز چھوڑنے والے شخص کے بارے میں مناظرہ کیا۔

**امام شافعی رحمہ اللہ:** اے احمد! کیا آپ کے نزدیک نماز چھوڑنے والا کافر ہو جاتا ہے؟

**امام احمد رحمہ اللہ:** جی ہاں!

**امام شافعی رحمہ اللہ:** اگر ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

**امام احمد رحمہ اللہ:** یہ شخص کلمہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" پڑھ لے (تو مسلمان ہو جائے گا)

**امام شافعی رحمہ اللہ:** یہ شخص تو کلمہ پہلے بھی پڑھ رہا ہے، اس نے کلمہ کو چھوڑا تو نہیں!

**امام احمد رحمہ اللہ:** تو یہ شخص نماز پڑھنا شروع کر دے، یوں مسلمان ہو جائے گا۔

**امام شافعی رحمہ اللہ:** کافر کی تو نماز ہی معتبر نہیں ہوتی اس لئے نماز سے بھی اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اس پہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔

## امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ ت 241ھ:

## خلق قرآن:

تیسری صدی ہجری میں مسئلہ خلق قرآن کو بہت زیادہ زیر بحث لایا گیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خلیفہ وقت معتصم باللہ کے دربار میں بیڑیاں پہنا کر پیش کیا گیا۔ خلیفہ کے سامنے تین دن تک اس عنوان پہ مناظرہ ہوتا رہا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تنہا ہونے کے باوجود دلائل کی دنیا میں قائلین خلق قرآن کو لاجواب کر دیا۔ آپ رحمہ اللہ نے جو اس واقعہ کی تفصیل خود بیان فرمائی ہے اسے علامہ شمس الدین عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت748ھ) نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: نَاظِرُوْهُ، وَكَلِّمُوْهُ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! كَلِّمْهُ.

فَقَالَ: مَا تَقُوْلُ فِي الْقُرْآنِ؟

قُلْتُ: مَا تَقُوْلُ أَنْتَ فِيْ عِلْمِ اللهِ؟ فَسَكَتَ.

فَقَالَ لِيْ بَعْضُهُمْ: أَلَيْسَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى ﴿اَللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ وَالْقُرْآنُ أَلَيْسَ شَيْئًا؟

فَقُلْتُ: قَالَ اللهُ ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ﴾ فَدَمَّرَتْ إِلَّا مَا أَرَادَ اللهُ.

فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ﴿مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ﴾ أَفَيَكُوْنُ مُحْدَثٌ إِلَّا مَخْلُوْقًا؟

فَقُلْتُ: قَالَ اللهُ: ﴿ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ فَالذِّكْرُ هُوَ الْقُرْآنُ، وَتِلْكَ لَيْسَ فِيهَا أَلِفٌ وَلَامٌ.

وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ حَدِيثَ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ: "إِنَّ اللهَ خَلَقَ الذِّكْرَ."

فَقُلْتُ: هٰذَا خَطَأٌ، حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ: "إِنَّ اللهَ كَتَبَ الذِّكْرَ."

وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: "مَا خَلَقَ اللهُ مِنْ جَنَّةٍ وَلَا نَارٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ أَعْظَمَ مِنْ آيَةِ الْكُرْسِيِّ."

فَقُلْتُ: إِنَّمَا وَقَعَ الْخَلْقُ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَلَمْ يَقَعْ عَلَى الْقُرْآنِ.

فَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَدِيثُ خَبَّابٍ "يَا هَنَتَاهُ! تَقَرَّبْ إِلَى اللهِ بِمَا اسْتَطَعْتَ، فَإِنَّكَ لَنْ تَتَقَرَّبَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ كَلَامِهِ.

فَقُلْتُ: هٰكَذَا هُوَ.

قَالَ صَالِحٌ: وَجَعَلَ ابْنُ أَبِي دُوَادَ يَنْظُرُ إِلَى أَبِي كَالْمُغْضَبِ.

قَالَ أَبِي: وَكَانَ يَتَكَلَّمُ هٰذَا، فَأَرُدُّ عَلَيْهِ، وَيَتَكَلَّمُ هٰذَا، فَأَرُدُّ عَلَيْهِ، فَإِذَا انْقَطَعَ الرَّجُلُ مِنْهُمُ اعْتَرَضَ ابْنُ أَبِي دُوَادَ، فَيَقُوْلُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، هُوَ - وَاللهِ - ضَالٌّ مُضِلٌّ مُبْتَدِعٌ!

فَيَقُوْلُ: كَلِّمُوْهُ، نَاظِرُوْهُ.

فَيُكَلِّمُنِي هٰذَا، فَأَرُدُّ عَلَيْهِ، وَيُكَلِّمُنِي هٰذَا، فَأَرُدُّ عَلَيْهِ، فَإِذَا انْقَطَعُوْا، يَقُوْلُ الْمُعْتَصِمُ:

وَيْحَكَ يَا أَحْمَدُ! مَا تَقُوْلُ؟

فَأَقُوْلُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَعْطُونِي شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللهِ أَوْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقُوْلَ بِهِ.

(سیر اعلام النبلاء للذھبی: ترجمہ احمد بن حنبل)

ترجمہ: پھر معتصم باللہ نے (اپنے دربار میں موجود) ان علماء سے کہا: آپ لوگ احمد بن حنبل سے اس عنوان پر مناظرہ کرو اور گفتگو کرو۔ عبد الرحمن! سب سے پہلے آپ بات کریں۔

**عبد الرحمٰن:** آپ قرآن کریم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

**امام احمد:** آپ اللہ کے علم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

اس پر عبد الرحمٰن خاموش ہو گیا۔ (اس کے بعد مجلس میں موجود معتزلہ ایک ایک کر کے اپنی دلیل دیتے رہے)

**ایک معتزلی:** کیا یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [سورۃ الرعد: 16] کہ اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہیں، تو کیا قرآن "شیئ" نہیں؟

**امام احمد:** اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا﴾ [سورۃ الاحقاف: 25] کہ وہ آندھی اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ختم کر دے گی۔ اس آندھی نے صرف ان چیزوں کو ختم کیا جن کے ختم کرنے کا اللہ نے ارادہ فرمایا۔

**دوسرا معتزلی:** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾ [سورۃ

الانبیاء:2] کہ جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اسے سن کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں، تو کیا محدَث مخلوق نہیں ہوتی؟

**امام احمد:** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ کہ قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت والا ہے، یہاں قرآن کے لئے لفظ "الذِّكْرِ" آیا ہے (یعنی الف لام کے ساتھ) اور اُس آیت ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ﴾ میں الف لام موجود نہیں (اس لئے اُس آیت میں ذکر سے مراد قرآن مجید نہیں)

**تیسرا معتزلی:** حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "إِنَّ اللهَ خَلَقَ الذِّكْرَ" کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے "ذکر" کو پیدا فرمایا ہے۔

**امام احمد:** یہ روایت ٹھیک نہیں ہے، ہمیں کئی حضرات نے یہ حدیث یوں بیان کی ہے: "إِنَّ اللهَ كَتَبَ الذِّكْرَ" کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو لکھا ہے۔

**چوتھا معتزلی:** حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "مَا خَلَقَ اللهُ مِنْ جَنَّةٍ وَلَا نَارٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ أَعْظَمَ مِنْ آيَةِ الْكُرْسِيِّ." کہ اللہ تعالیٰ نے جنت، جہنم، کوئی آسمان اور کوئی زمین ایسی نہیں پیدا کی جو آیۃ الکرسی سے بڑی ہو۔

**امام احمد:** اس روایت میں "خلق" کا فعل جنت، جہنم، آسمان اور زمین کے متعلق ہے، اس کا اطلاق قرآن یعنی آیۃ الکرسی پر نہیں ہوا۔

**پانچواں معتزلی:** حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے (فروہ بن نوفل سے) فرمایا: "يَا هَنَتَاهُ! تَقَرَّبْ إِلَى اللهِ بِمَا اسْتَطَعْتَ. فَإِنَّكَ لَنْ تَتَقَرَّبَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ كَلَامِهِ." کہ اے شخص! جہاں تک ہو سکے تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو! اور تم جس چیز سے بھی اللہ کا رب حاصل کرو گے ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب اس کا کلام ہے۔

**امام احمد:** بالکل، بات ایسے ہی ہے۔

(امام احمد بن حنبل کے بیٹے) صالح کہتے ہیں کہ (معتزلی مناظر) ابن ابی دُوَاد اس دوران میرے والد کو انتہائی غصے کی حالت میں دیکھتا رہا۔ میرے والد امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ دربار میں موجود علماء باری باری مجھ سے مناظرہ کرتے رہے، ایک بات کرتا تو میں اس کو جواب دیتا، دوسرا دلیل دیتا تو میں اسے بھی جواب دیتا یہاں تک کہ سب کے دلائل ختم ہو گئے تو ابن ابی دُوَاد نے کہا:

امیر المؤمنین! قسم بخدا! یہ شخص (امام احمد بن حنبل) خود بھی گمراہ ہے، دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اور بدعتی بھی ہے۔

لیکن خلیفہ نے یہی کہا کہ اس عنوان پر گفتگو کرو اور مناظرہ کرو۔ چنانچہ ایک بات کرتا تو میں اس کو جواب دیتا، دوسرا دلیل دیتا تو میں اسے بھی جواب دیتا یہاں تک کہ سب کے دلائل ختم ہو گئے تو خود خلیفہ گویا ہوا۔

**خلیفہ معتصم:** تو ہلاک ہو اے احمد! آخر تو کیا چاہتا ہے؟

**امام احمد:** امیر المؤمنین! مجھے قرآن کے مخلوق ہونے پر کتاب اللہ سے یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل پیش کریں تو میں اس کا قائل ہو جاؤں گا۔

## امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری الحنبلی رحمہ اللہ ت 324ھ:

معتزلہ کے ہاں "اصلح للعباد" یعنی جو چیز بندوں کے لئے بہتر ہو، اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اس بارے امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ ت 324ھ نے مشہور معتزلی ابو علی الجبائی ت 303ھ سے مناظرہ کیا۔

مَا تَقُوْلُ فِيْ ثَلَاثَةِ اِخْوَةٍ مَاتَ اَحَدُهُمْ مُطِيْعًا ، وَالْاٰخَرُ عَاصِيًا ، وَالثَّالِثُ صَغِيْرًا ؟

فَقَالَ: اِنَّ الْاَوَّلَ يُثَابُ فِي الْجَنَّةِ وَالثَّانِيْ يُعَاقَبُ بِالنَّارِ وَالثَّالِثَ لَا يُثَابُ وَلَا يُعَاقَبُ.

فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ: فَاِنْ قَالَ الثَّالِثُ: يَا رَبِّ! لَمَ اَمَتَّنِيْ صَغِيْرًا وَمَا اَبْقَيْتَنِيْ اِلٰى اَنْ اَكْبُرَ فَاُؤْمِنَ بِكَ وَاُطِيْعَكَ فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَمَاذَا يَقُوْلُ الرَّبُّ؟

فَقَالَ: يَقُوْلُ الرَّبُّ: اِنِّيْ كُنْتُ اَعْلَمُ مِنْكَ اَنَّكَ لَوْ كَبُرْتَ لَعَصَيْتَ فَدَخَلْتَ النَّارَ فَكَانَ الْاَصْلَحُ لَكَ اَنْ تَمُوْتَ صَغِيْرًا.

فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ: فَاِنْ قَالَ الثَّانِيْ: يَا رَبِّ لِمَ لَمْ تُمِتْنِيْ صَغِيْرًا لِئَلَّا اَعْصِيَ لَكَ فَلَا اَدْخُلَ النَّارَ فَمَاذَا يَقُوْلُ الرَّبُّ؟

فَبُهِتَ الْجُبَائِيُّ.

(شرح العقائد النسفیۃ: ص 9)

**اشعری:** ان تین بھائیوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جن میں سے ایک فرمانبردار، دوسرا نافرمان اور تیسرا بچپن کی حالت میں فوت ہو گیا۔

**جبائی:** پہلے (فرمانبردار) کو جنت میں ثواب دیا جائے گا، دوسرے (نافرمان) کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا اور تیسرے (بچپن میں فوت ہونے والے) کو نہ ثواب دیا جائے گا نہ عذاب۔

**اشعری:** اگر تیسرا بھائی یہ کہے کہ اے میرے رب! آپ نے مجھے بچپن میں وفات کیوں دی؟ مجھے بڑی عمر تک باقی کیوں نہیں رکھا؟ میں بڑا ہوتا، ایمان لے آتا، آپ کی اطاعت کرتا اور جنت میں داخل ہو جاتا تو اللہ کیا جواب دیں گے؟

**جبائی:** اللہ فرمائیں گے کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تو بڑا ہوتا تو نافرمانی کرتا اور جہنم میں چلا جاتا۔ تیرے لئے یہی بہتر تھا کہ تو بچپن میں فوت ہو جائے۔

**اشعری:** اگر ان میں سے دوسرا یہ کہے کہ اے میرے رب! آپ نے مجھے بچپن میں موت کیوں نہیں دی تاکہ میں آپ کی نافرمانی نہ کرتا اور جہنم میں نہ جاتا۔ تو اللہ اس کا کیا جواب دیں گے؟

اس پر ابو علی جبائی لاجواب ہو گیا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ 1362ھ:

## عقل پرستوں کی بے عقلی

جتنے عقل پرست ہیں ان کو سوجھتی ہیں تو سب بے عقلی ہی کی باتیں سوجھتی ہیں، باقی دین کو تو ان لوگوں نے تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ خاندان ریاست میں سے ایک صاحب نے مجھ سے ریاست رام پور میں معراج کے متعلق سوال کیا کہ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ رائے کیا چیز ہے، میں تو ایک مذہبی شخص ہوں، مجھ سے میرا مذہب پوچھیے۔ یہ بھی آج کل کے نو تعلیم یافتوں میں مرض ہے کہ ہر چیز میں رائے کو دخل ہے۔ کہنے لگے کہ کیا عقیدہ ہے آپ کا؟ میں نے کہا کہ یہ عقیدہ ہے کہ معراج ہوئی ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیا جسم کے ساتھ ہوئی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، جسم کے ساتھ ہوئی ہے۔ کہنے لگے: اس کی دلیل؟ میں نے کہا: واقعہ عقلا ممکن اور نقلاً ثابت اور جس ممکن کے وقوع پر نقل صحیح دال ہو وہ ثابت پس اس کا وقوع ثابت۔ کہا اس سے پہلے کوئی اس کی نظیر بھی ہے میں نے کہا کہ آپ جو نظیر مانگتے ہیں تو اس نظیر کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہو گی پھر اسی طرح اس نظیر کو بھی نظیر کی ضرورت ہو گی آخر کہیں جا کر آپ کو کوئی واقعہ بلا نظیر کے ماننا پڑے گا تو معلوم ہوا کہ ہر واقعہ کے ماننے کے لئے نظیر کی ضرورت نہیں لہذا اس کو ہی بلا نظیر کے مان لیجئے جو کام آخر میں جا کر کرنا پڑے گا وہ شروع میں ہی کر لیجئے مگر ان کی سمجھ میں نہیں آیا یہی کہتے رہے کہ نظیر کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ آپ سمجھتے ہی نہیں میرے پاس اس کا کیا علاج ہے اگر اس قاعدے کو سمجھ لیتے اور کچھ عقل اور فہم ہوتا تو عمر بھر کے لئے نظیر کا سبق بھول جاتے۔ ایسے اعتراضات بد فہمی اور بد عقلی ہی سے پیدا ہوتے ہیں سمجھ میں کیسے آوے۔

(ملفوظات حکیم الامت: جلد 7 ص 317)

## مناظرہ کے اصول، قواعد اور آداب پر کتب

| | |
|---|---|
| [1]: آداب البحث والمناظرۃ (مخطوط) | علامہ شمس الدین محمد بن اشرف الحسینی السمرقندی (ت بعد 690ھ) |
| [2]: إرشاد القرآن والسنة إلى طريق المناظرة وتصحيحها وبيان العلل المؤثرة | حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف ابن القیم الجوزیۃ (ت 751ھ) |
| [3]: الرسالۃ العضدیۃ فی آداب البحث والمناظرۃ | علامہ عضد الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن احمد الاِیجی الشیرازی (ت 756ھ) |
| [4]: الشریفیۃ فی المناظرۃ | علامہ سید الشریف علی بن محمد بن علی الجرجانی (ت 816ھ) |
| [5]: شرح الملا الحنفی علی الرسالۃ العضدیۃ | امام شمس الدین محمد الحنفی التبریزی (ت 900ھ) |
| [6]: رسالۃ الاداب فی علم آداب البحث والمناظرۃ | علامہ عصام الدین احمد بن مصطفیٰ بن خلیل المعروف طاش کُبریٰ زادہ (ت 968ھ) |
| [7]: الرشیدیۃ علی الشریفیۃ | علامہ عبد الرشید بن محمد مصطفیٰ جونپوری (ت 1083ھ) |
| [8]: الولدیۃ فی آداب البحث والمناظرۃ | شیخ محمد بن ابی بکر المَرْعَشِی ساجقلی زادہ (ت 1145ھ) |
| [9]: الھدیۃ المختاریۃ شرح الرسالۃ العضدیۃ | مولانا ابو الحسنات عبد الحئی لکھنوی الحنفی (ت 1304ھ) |

| | |
|---|---|
| [10]:حمیدیہ ترجمہ وشرح اردو رشیدیہ | مولانا عبد القدوس خان قارن حفظہ اللہ |
| [11]:دروس مناظرہ | حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ |
| [12]:مناظرہ کے اصول وآداب | مولانا سیف اللہ تونسوی سلّمہ اللہ |